بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

آپ نے سنا ہوگا جنگ کی نئی قسموں میں حال ہی کی ایک قسم ہے جراثیمی جنگ۔ اس میں ایک فریق سائنس کے جدید آلات کے ذریعہ مہلک وباؤں کے جراثیم مخالف ملک کی فضا میں اس طرح منتشر کر دیتا ہے کہ سارا ملک وبائی جراثیم کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور لوگ مرنے شروع ہو جاتے ہیں لیکن اس نوع کی جنگ کے متعلق آج دنیا کے تمام مہذب انسانوں کی خواہ کسی ملک کسی رنگ و نسل اور کسی مذہب و ملت کے ہوں کیا رائے ہے؟ یہی کہ یہ انتہائی درندگی اور غیر انسانی حرکت ہے اور اس کو بین الاقوامی قانونِ جنگ کے ذریعہ ممنوع قرار دینا چاہیے۔ بس اگر مہلک جراثیم کو فضا میں منتشر کر کے کسی دشمن ملک کے باشندوں کا ہلاک کر دینا جرم اور نہایت سنگین جرم ہے تو پھر آپ کیا فرمائیں گے ان مخرب اخلاق اور فحش رسالوں، میگزینوں اور عریاں کتابوں کی نسبت جو کسی دشمن ملک کے نہیں بلکہ خود اپنے ہی ملک کے لڑکوں اور لڑکیوں کی پوری نسل کو جسمانی طور پر نہیں بلکہ معنوی اور اخلاقی حیثیت سے قتل کر دینے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں اور جو فواحش و عریانیات کی اشاعت عام کر کے نئی نسلوں کو اس بری طرح تباہ و برباد کر رہے ہیں کہ اخلاقی ضبط و انضباط، شرم و حیا اچھائی اور نیکی کی طرف رغبت و میلان اور بدی سے نفرت و فرار یہ تمام اوصاف جو ایک سوسائٹی کو تندرست و توانا اور مہذب و شائستہ بناتے ہیں فنا ہوتے جا رہے ہیں کوئی بتائے کہ یہ سب کچھ ادب فن اور زبان کی خدمت ہے یا ایک نہایت خطرناک قسم کی نسل کشی اور انسانیت سوزی؟ اگر یہ نسل کشی ہے اور یقیناً ہے تو پھر سب سے زیادہ لائق ماتم کس کی بدنصیبی ہے؟ اس کی جو ان جراثیم کو پیدا کر رہا ہے یا اس کی جو ان جراثیم کا گاہک اور خریدار بن کر انھیں اپنی اولاد اور بہو بیٹیوں میں تقسیم کر رہا ہے اور اس طرح زہر خود بھی پی رہا ہے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کا جام پیش کر رہا ہے۔

خدا بخشے غالب نے کس قدر کھری اور سچی بات کہی تھی۔

ہیں اہلِ خرد کس روشِ خاص پہ نازاں   پابستگیِ رسمِ رہِ عام بہت ہے

ہماری سوسائٹی اور ہمارے سماج کا تقریباً یہی حال ہے، ایک چوری کرنے والا ۔ ڈاکہ مارنے والا کسی کو فریب دے کر اس کا روپیہ ہضم کرنے والا مجرم اور سزا کا مستحق ، ایک قاتل دار کا سزاوار، حکومت کا باغی گردن زدنی اور موت کی سزا کا حقدار لیکن ایک وہ شخص جو چند سکہ ہائے زر و سیم کی خاطر عیش و آرام کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرنے کی غرض سے سینکڑوں ، ہزاروں نوجوانوں کی زندگی برباد کر رہا ہے خاندانوں کو اجاڑ رہا ہے اور فتنہ و فساد کی تخم ریزی کر کے آئندہ نسلوں کو ناکارہ و فاسد بنا رہا ہے اس سے نہ صرف یہ کہ کوئی تعرض نہیں کیا جاتا بلکہ اور الٹا اس کے سامان و متاعِ فاسد کا خریدار بن کر اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے ۔ ذرا تغافل و بے حسی کا پردہ ہٹا کر کبھی سوچئے کہ آج آپ کے کتنے بچوں اور بچیوں کو کلمہ یاد ہے ، قرآن مجید کی کتنی آیتیں اور سورتیں انھیں محفوظ ہیں، اقبال اور حالی کے کتنے اشعار وہ گنگناتے ہیں مختلف اوقات کی کتنی دعائیں انھیں معلوم ہیں، اسلام کے کتنے اولیاء اور بزرگوں کے نام سے وہ واقف ہیں اس کے برعکس کتنے فلمی گانے ہیں جنہیں وہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے گنگناتے رہتے ہیں! کتنے فلم ایکٹر اور ایکٹریسیں ہیں جن کے نام اور کام کے علاوہ وہ حالاتِ زندگی سے باخبر ہیں اور آپس میں ان کا تذکرہ دلچسپی اور شوق کے ساتھ کرتے ہیں فلموں کے کتنے ایکٹ ہیں جن کی نقل وہ خود اپنے گھروں کے صحن میں کرتے ہیں؟

کچھ زیادہ دنوں کی بات نہیں ابھی چند سال پہلے تک کی بات ہے کہ ایک طالب علم کی نشانی یہ تھی کہ اس کی بغل میں کتاب ہو یا کوئی کاپی اور نوٹ بک ہو لیکن آج اسکول کے لڑکوں اور کالج کے طالب علموں کی پہچان یہ ہے کہ اس کے پاس ایک کیمرہ اور تصویروں کا ایک البم ہو۔ اس البم میں کیا ہوتا ہے؟ خود اس کی مختلف وضع و شکل اور مختلف حالتوں کی تصویریں اس کے دوستوں کی تصویریں خود اس کی ماں بہنوں بھابیوں ، چچیوں اور ممانیوں کی تصویریں ، دوستوں کی بہنوں اور دوسری رشتہ دار لڑکیوں کی تصویریں فلم ایکٹروں اور فلم ایکٹرسوں کی عریاں اور برہنہ تصویریں پھر اسی پر بس نہیں! کیمرہ کے ذریعہ وہ اپنی حقیقی اور پھوپی زاد اور چچا زاد اور ماموں زاد بہنوں کا فوٹو لیتا ہے تو ان لڑکیوں کے دل میں خود بھی جذبہ

پیدا ہوتا ہے اور ان کا مصور بھائی خود بھی انھیں ہدایت دیتا ہے کہ فلاں رسالہ میں جس طرح فلاں فلم ایکٹرس بیٹھی مسکرا رہی ہے۔ اس کے بال ہوا میں لہرا رہے ہیں آنکھوں میں شوخی اور چہرہ پر دلکشی جھلک رہی ہے بازو اور سینہ کا افقی حصہ کھلا ہوا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اور اسی پوز میں یہ بھی بیٹھیں اب یہ فوٹو البم کی زینت بنتے ہیں اور پھر جب سب دوست ایک ساتھ بیٹھتے ہیں تو ایک دوسرے کا البم دیکھتا ہے اور اس طرح ایک کی ماں اور بہنیں دوسرے کے سامنے بے نقاب و بے حجاب ہو کر سامنے آجاتی ہیں یہ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے دوررس اثرات کہاں تک پہنچے ہیں آپ خود ان کا اندازہ کر سکتے ہیں!

یہ سب کچھ کہاں ہو رہا ہے؟ آپ کے سامنے اور آپ کے گھروں میں جہاں پردہ کا اہتمام ہے۔ اور جہاں تھوڑا بہت دین کا بھی چرچا ہے، جہاں اسلامی تہذیب اور مشرقی شرافت و اخلاق کے کچھ کچھ نشانات اب بھی باقی ہیں جہاں رمضان کے روزے بھی رکھے جاتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھی جاتی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے ان سب باتوں کو اپنی خوشی سے قبول کیا ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو یہ زمانہ آزادی کا ہے ہر شخص کو اختیار ہے جو چاہے کرے لیکن کل جب آپ کا لڑکا امتحان میں فیل ہو جاتا ہے اور پڑھنے میں جی نہیں لگاتا اور آپ کی لڑکی جوان ہو جاتی ہے اور اسے کوئی بر نہیں ملتا تو پھر آپ زمانہ کی یا قدرت کی شکایت کیوں کرتے ہیں اور ستم روزگار کا گلہ آپ کو کیوں ہوتا ہے، قرآن مجید نے تو پہلے ہی اعلان کر دیا تھا، کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!!